مولانا محمد شہاب الدین ندوی بنگلوری۔ فرقانیہ اکیڈمی
چک یاناور۔۔۔ بنگلور نارتھ۔۔۔ انڈیا

# معراج اور خلائی پرواز

واقعہ معراج | خاتم المرسلین صلعم کے حسی معجزات میں شق القمر اور معراج بہت بڑی اور معرکہ آرا اہمیت کے حامل ہیں جن پر کافی خامہ فرسائی کی جا چکی ہے، اس موقع پر تفصیلی بحث کی تو گنجائش نہیں مختصراً صرف چند پہلوؤں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

موجودہ خلائی پروازوں کی رو سے اب وقوعِ معراج میں کوئی استبعاد باقی نہیں رہا۔ اس طرح معراج کے ماننے والوں کے لئے موجودہ خلائی فتوحات اور چاند ستاروں کی تسخیر سے انکار یا حیرت و استعجاب کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ ہاں منکرین، معاندین اور دہریوں کو اشکال صرف اس میں ہے کہ کیا ایک مختصر سے وقفہ میں اور راتوں رات ساتوں آسمانوں کا سفر اور ان کے عجائبات کا مشاہدہ ممکن ہو سکتا ہے جب کہ انسان کو صرف چاند تک جانے اور آنے میں ایک ہفتہ لگا تھا۔؟ تو قدرتِ خداوندی اور اس کے حیرت انگیز کرشموں کو تسلیم کر لینے کے بعد اگرچہ اس قسم کے اعتراضات کا موقع باقی نہیں رہتا لیکن پھر بھی اطمینانِ قلب کے لئے اس سلسلے میں دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

فہم انسانی کی نارسائی | پہلی بات یہ کہ رسول اللہ صلعم کی سواری بُراق تھی اور حدیثوں میں اس کا اطلاق ایک خاص قسم کے جانور پر کیا گیا ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے توسط سے عالم بالا سے لایا گیا تھا۔ لغوی اعتبار سے بُراق کا مفہوم ہوگا، وہ چیز جو برقؔ سے زیادہ تیز رفتار ہو۔ مادی مظاہر میں برق یا بجلی ــــ جس سے براق مشتق ہے ــ سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ چنانچہ روشنی زمین سے چاند تک کا فاصلہ صرف سوا سکنڈ

یں طے کر لیتی ہے جب کہ انسان اس فاصلے کو پورے ساٹھ گھنٹوں میں طے کر پاتا ہے۔ تو یہاں پر لفظ براق کا مفہوم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری برق سے زیادہ تیز رفتار اور روشنی سے زیادہ سریع الحرکت تھی۔ حظیرۃ القدس کے معزز مہمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ سواری چونکہ براہ راست عالم لاہوت سے آئی تھی، لہذا اس کی اصل حقیقت وماہیت اور کارکردگی کا صحیح ادراک انسانی عقل وقیاس سے ماوراء ہے۔ ہم کسی بھی طرح اسرار ملکوتی کا اندازہ اپنے تصور زمان ومکان پر نہیں کر سکتے اور مادی احکام وقوانین کے پیمانے سے مظاہر غیب کو ناپ نہیں سکتے۔ صرف اتنا ہی تصور کر سکتے ہیں کہ وہ فوق الفطرت سواری برق سے زیادہ تیز رفتار تھی اور بس۔

دوسری بات یہ کہ انسان کی عبرت وبصیرت کے لئے ہماری مادی دنیا ہی میں ایسی بہت سی چیزیں موجود ہیں جن کی صحیح توجیہہ وتعلیل انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مثلاً انسان خواب کی حالت میں چند منٹوں بلکہ سکنڈوں میں ایسے بہت سے امور انجام دے دیتا ہے جن کو بیداری کی حالت میں انجام دینے کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہوتی ہے۔ گر مادی نقطۂ نظر سے عالم رویا کے حالات وواقعات کی حقیقت وماہیت پر روشنی ڈالنا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو پھر معراج کی حقیقت وماہیت اور اسکی توجیہہ وتعلیل کس طرح کی جا سکتی ہے۔ جو سراسر عالم غیب کا واقعہ ہے۔ لہذا جس طرح مادی کائنات کے بہت سے اسرار پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح روحانی کائنات کے بھی کچھ راز ہائے سربستہ ہیں جن کا راز میں رہنا ہی بہتر ہے۔ مگر وہ کسی بھی طرح خلاف عقل نہیں ہو سکتے۔ کسی چیز کا عقل کی سمائی میں نہ آنا اور بات ہے اور نام نہاد "عقل" (ریشنلزم) کے خلاف ہونا اور بات۔

**ربوبیت کے کرشمے** | انسان کو عبرت وبصیرت اور اس کے یقین واذعان کے لئے اس قسم کی چند عجیب وغریب چیزوں کا ہونا ضروری ہے "تاکہ ایک رب برتر اور انوکھے وحیرت انگیز کرشمہ ساز کا وجود ثابت ہو سکے۔ ورنہ ہر چیز کی علت عقل کی رسائی میں آجائے تو پھر انسان خدا اور اس کی قدرت، کا قائل ہی کیوں رہے۔؟ یہی وجہ ہے کہ کارساز عالم نے مادیات اور ماوراء مادیات، فطرت اور فوق الفطرت دونوں عوالم میں چند اسباق وبصائر ودیعت کر کے ان دونوں میں بہت بڑی حد تک یکسانیت، ومشابہت اور توازن رکھ دیا ہے۔

اس سے خلاق فطرت کی بے مثال حکمت ودانائی کے علاوہ یہ حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی

ہے کہ مادیات و روحانیات یا ناسوت و لاہوت دونوں کا خالق و مربی اور مدبر و منتظم ایک ہی واحد و برتر اور عظیم ہستی ہے جو دونوں عوالم میں ربوبیت کے تحیر خیز کرشمے دکھا رہا ہے۔

افتمارونہ علی ما یریٰ۔

تو کیا تم اس کے مشاہدات کو جھٹلا دو گے۔؟ (نجم: ۱۲)

فبای الاء ربک تتماریٰ۔

پھر تم اپنے رب کے کن کن کرشموں میں جھگڑا کرو گے۔؟ (نجم: ۵۵)

معراج کا مقصد۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معراج کا سب سے بڑا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی امت کو عالم بالا کے وجود اور اس کے مختلف مظاہر ــــ جن کے تصورات پر رسول کی تمام تعلیمات کا تانا بانا ہوتا ہے ــ کے کچھ حقائق وانشگاف کر دے تاکہ امت پر کبھی الحاد و لادینیت کی فسوں کاری چل نہ سکے اور کائنات کا کوئی بھی حادثہ اس کے پائے ثبات کو لرزا نہ سکے بلکہ اس کو جنت و دوزخ، حشر و نشر اور جزا و سزا پر ہمیشہ کامل یقین و اعتقاد رہے، اور شک و ارتیاب کی کبھی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ پائیں۔ اس بنا پر انبیائے کرام کو عالم بالا کے مشاہدات و مکاشفات مختلف طریقوں سے کرائے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی امتوں کو ان حقائق سے بخوبی آگاہ کرتے رہیں۔ اس سرّ ملکوتی پر حسب ذیل آیت بخوبی روشنی ڈال رہی ہے:

وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو زمین و آسمانوں کی بادشاہی دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین کرنے والا بنے (انعام: ۷۵)

خیابانِ قدرت کا مشاہدہ۔ ان حقائق کے ملاحظہ کے بعد حسب ذیل آیت کریمہ کا مطالعہ فرمائیے جس میں اسراء و معراج کی اصل غرض و غایت ظاہر کی گئی ہے:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایٰتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت عطا کر رکھی ہے۔ لے گیا تاکہ اس کو اپنے چند نشانات خاصہ کا مشاہدہ کرائے۔ یقیناً وہ بڑا سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (اسراء: ۱)

علمائے اسلام میں اس بارے میں کافی اختلاف ہے کہ اسراء (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ

تک سفر) اور معراج (مسجد اقصیٰ سے عالم ملکوت تک کا سفر) دونوں ایک ہی واقعہ کی کڑیاں ہیں یا دو مختلف واقعات؟ نیز یہ واقعہ حالت خواب کا تھا یا عالم بیداری کا؟ معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ تو اس بارے میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بڑے پتہ کی بات بیان کی ہے جس کے بعد کسی مزید تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ آپ متکلمانہ انداز سے ہٹ کر فرماتے ہیں:

"کلام کا فطری قاعدہ یہ ہے کہ جب تک متکلم اپنے کلام میں یہ ظاہر نہ کر دے کہ یہ خواب تھا تو طبعاً یہی سمجھا جائے گا کہ وہ واقعہ بحالت بیداری پیش آیا۔ قرآن پاک کے ان الفاظ میں سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً۔ (پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک رات لے گیا) میں کسی خواب کی تصریح نہیں۔ اس لئے بے شبہ یہ بیداری ہی کا واقعہ سمجھا جائے گا۔ اور یہی جمہور امت کا عقیدہ ہے اور وہ بھی بجسم۔" (سیرت النبی جلد سوم)

اب واقعہ اسراء اور معراج کے اتحاد پر روشنی اس حیثیت سے پڑتی ہے کہ آیت بالا میں صیغۂ مضارع کے ساتھ لنریہ من ایتنا (تاکہ ہم اس کو اپنے عجائبات کا مشاہدہ کرائیں) کہا گیا ہے۔ سورۂ نجم کے مطابق اس مقصد ربانی کی تکمیل واقعہ معراج اور عالم بالا ہی میں ہوئی ہے جہاں پر ماضی کے صیغے کے ساتھ بصراحت فرمایا: ولقد رای من ایٰت ربہ الکبریٰ (اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں (عجائبات قدرت) دیکھیں۔ (نجم: ۱۸)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سورۂ اسراء کے مطابق آپ کا سفر مبارک صرف بیت المقدس ہی پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ وہ سدرۃ المنتہیٰ تک جاری رہا جب تک کہ تمام ضروری نشانہائے ربوبیت مشاہدہ میں نہ آگئے اور مہمان سرائے غیب کی پوری پوری سیر نہ ہوگئی — ظاہر ہے کہ ان عظیم الشان مقاصد کی تکمیل کے لئے معراج جسمانی بحالت بیداری ضروری تھی تاکہ امت کے لئے کسی قسم کا شک وشبہ اور ریب وارتیاب کا موقع باقی نہ رہ جائے۔

## معراج تکوینی نقطۂ نظر سے

**آسمانی چھت کا معائنہ** اب سوال یہ ہے کہ یہ نشانہائے ربوبیت یا عجائبات قدرت کیا تھے۔؟ تو جیسا کہ عرض کیا جا چکا یہ زیادہ تر عالم لاہوت کے اسرار وحقائق تھے۔ مگر بعض نشانیاں عالم ناسوت سے بھی متعلق تھیں جن میں سے ایک نمایاں نشان "سماوات" خصوصیت کے ساتھ سمائے دنیا کی چھت اور اسکی حقیقت وماہیت کا مشاہدہ ومعائنہ بھی مقصود تھا!

جس کو قرآن میں "سقف محفوظ" کہا گیا ہے ۔ حدیث چونکہ قرآن ہی کی تشریح و تفسیر ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معلم اوّل رہے ہیں ، اس لئے اسکیم کے مطابق آپ کو "سقف محفوظ" کا مشاہدہ کرا کر اسکی تشریح و تفصیل کو ذخیرہ حدیث میں چودہ سو سال قبل ہی محفوظ کر دیا گیا تاکہ اس سے بیسویں صدی میں دوہرے فوائد حاصل ہوں ۔ یعنی ایک تو اہل دنیا کو آسمانوں کے ذاتی وجود کا یقین دلا کر موجودہ بے یقینی کی فضا ختم کرنا ۔ دوسرے منکرین حدیث کے خلاف حدیث شریف کی حقانیت ظاہر کرنا ۔

بہر حال معراج کی مختلف حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر آسمان میں باقاعدہ دروازے بنے ہوئے ہیں ۔ اور ان کی نگرانی کے لئے دربان بھی مقرر ہیں جو بغیر اذن الٰہی کے کسی کو اوپر جانے اور دروازوں سے گزرنے نہیں دیتے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری پوری کائنات ایک بہت بڑے اور آہنی قسم کے گنبد سے ڈھکی ہوئی ہے ۔ اسی کو قرآن حکیم میں "سقف محفوظ" کہا گیا ہے ۔

وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً وھم عن اٰیتھا معرضون ۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے ۔ مگر یہ لوگ اس کی نشانیوں سے چشم پوشی کر رہے ہیں ۔ ( انبیاء : ۳۲ )

**منکرین تسخیر کی ذہنیت** سمائے دنیا کی وسعت اور "سقف محفوظ" کی حقیقت سے لاعلمی کے باعث ہی بعض لوگوں کو چاند ستاروں کی تسخیر سے انکار کرنا پڑا ہے ۔ ان لوگوں کے لاشعور میں غالباً یہ خیال جم گیا ہے کہ عالم ناسوت اور عالم لاہوت میں کوئی روک ٹوک یا کسی قسم کی آڑ ہی موجود نہیں ہے ۔ یا یہ کہ ہماری کائنات بس صرف ہمارے نظام شمسی ہی تک محدود ہے ۔ جس کے بعد عالم ملکوت کی سرحد شروع ہو جاتی ہے یا یہ کہ چاند ستارے سب کے سب آسمانی چھت میں جڑے ہوئے ہیں ، اس لئے ہو سکتا ہے کہ اب انسان عالم ناسوت کے بعد عالم لاہوت کو بھی روند ہی ڈالے ! یا چند ہائیڈروجن بموں کو استعمال کر کے آسمانی چھت میں کوئی رخنہ اور شگاف پیدا کر دے ۔ یا آسمانی دربانوں کو رائفل دکھا کر انہیں "ہینڈز اپ" پر مجبور کر دے یا پھر معاذ اللہ خدا سے بھی دو دو ہاتھ کرنے نکل جائے ۔ جیسا کہ نمرود و فرعون وغیرہ جباروں اور متکبروں کی شدید تمنا رہی تھی کہ وہ بزعم خود خدائے تعالیٰ کو شکست دے کر آسمانی بادشاہت پر بھی قبضہ کر لیں ۔ فرعون کے متعلق قرآن میں حسب ذیل تصریح ملتی ہے :

وقال فرعون یٰھامٰن ابن لی صرحاً لعلی ابلغ الاسباب ۔ اسباب السمٰوٰت فاطلع الیٰ الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذباً وکذٰلک زین لفرعون سوء عملہ وصد عن السبیل وما کید

فرعون اور الٰہ موسیٰ : اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان! تو میرے لئے ایک اونچی عمارت (منارہ) تعمیر کر تاکہ میں (اس پر چڑھ کر اوپر کی) راستوں یعنی آسمانی راستوں تک پہنچ سکوں پھر وہاں سے جھانک کر موسیٰ کے خدا تک (رسائی پا سکوں) کیونکہ میرے خیال میں موسیٰ جھوٹا ہے۔ (جو خدا کے وجود کا دعویٰ کرتا ہے) اور اس طرح فرعون کا برا عمل اس کی نظروں میں بھلا معلوم ہونے لگا اور اس طرح وہ راہ حق سے روک دیا گیا اور فرعون کی ساری تدبیر بیکار گئی۔ (مومن: ۳۶-۳۷)

بہرحال بعض لوگ خلائی پروازوں کی کارکردگی اور چاند کی تسخیر کا انکار کر کے عوام کو ایک حقیقت سے یہ "تسلی" دینا چاہتے ہیں کہ چاند پر جانے اور آنے کی تمام باتیں محض ڈھکوسلہ ہیں۔ انسان کسی حال میں بھی "آسمانی دنیا" میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نہ چاند پر پہنچ سکتا ہے، نہ زہرہ پر، نہ مریخ پر، نہ مشتری پر اور نہ کسی دوسرے سیارے پر، کیونکہ ان کے خیال میں کل کائنات بس یہی ہے، اور اس خیال کو یونانی علم ہیئت نے مزید غذا بخشی ہے۔ بلکہ اس خیال کا ماخذ دراصل ہیئت قدیم کے تصورات ہی ہیں۔ جس کے نظریہ کے مطابق کل کائنات "افلاک سبعہ" یعنی چاند، عطارد، زہرہ، سورج، مریخ، مشتری اور زحل میں منحصر مانی گئی ہے۔ انہی سات افلاک کو بعض مسلم فلاسفہ اور متکلمین نے "سبع سماوات" قرار دے دیا ہے۔ لہذا ان نظریات کے مطابق نظام شمسی کو فتح کر لینے کا مطلب ـ بعض کوتاہ بینوں کی نظر میں ـــ کل کائنات کو مسخر کر لینا ٹھہرتا ہے۔ اس لحاظ سے جب انسان "کل کائنات" پر قابض ہو جائے گا۔ تو پھر "خدائی" کے لئے باقی کیا بچ رہے گا؟ یہ ہے وہ موہوم سا خدشہ جو آج عام طور پر عوام کے ذہنوں میں پرورش پا رہا ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگ خلائی پروازوں کی کارکردگی اور چاند ستاروں کی تسخیر کا انکار کر رہے ہیں۔ اور تاحال اپنی اس رائے پر بڑی سختی کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر اس قسم کے انکار سے نہ تو حقائق بدلتے ہیں اور نہ مسائل ہی سلجھتے ہیں۔ کائنات کے حقائق کا انکار دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ اس سے دین کو الٹا نقصان ہی پہنچے گا۔

سیارے اور سماوات | غرض یہ تھا بعض لوگوں کی شعوری یا لاشعوری ذہنیت کا ایک مختصر سا جائزہ۔ مگر واقعہ معراج سے ایک دوسری ہی کہانی ہمارے سامنے آتی ہے۔ معراج کی تقریباً تمام حدیثوں میں یہ تفصیل موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ وسلم سے، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام

سے ہوئی۔ نیز یہ کہ سات آسمانوں پر پہنچنے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہر آسمان کا دروازہ کھلوانا پڑا۔ یہ دونوں باتیں بہت ہی اہم ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ دونوں باتیں امتِ محمدی کی سبق آوری کے لئے بالقصد بیان کی گئی ہیں۔

اب ہیئت قدیم کے مطابق سبع سیارات ہی کو سبع سماوات مان لینے کی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ "بند" کس حیثیت سے ہیں اور ان میں دروازے کہاں اور کس مقام پر ہیں؟ پھر کیا ان میں سے ہر ایک پر ——— اوپر کی تفصیلات کے مطابق ——— ایک ایک پیغمبر موجود ہے۔؟ کیا چاند پر پہنچنے کے لئے امریکی خلابازوں کو کسی دروازے سے گزرنا پڑا تھا۔؟ کیا وہاں پر اُن کی ملاقات حضرت آدمؑ سے ہو سکی ہے۔؟

**حدیث کی صداقت** | اس لحاظ سے خلاؤں میں جب تک کوئی مضبوط دیوار یا پردہ نہیں مل جاتا، جو اُس سے آگے کے سفر کو ناممکن بنا دیتا ہو، اُس وقت تک یہی سمجھا جائے گا کہ ابھی "آسمان دنیا" یا "سقف محفوظ" نہیں آیا ہے۔ جدید نظریات و مشاہدات سے جہاں ایک طرف ہیئت قدیم کے پرزے بکھر جاتے ہیں تو دوسری طرف حدیث شریف کی صداقت وحقانیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے، جو منکرین حدیث کو محض جھوٹ اور کذب و افتراء کا پلندہ نظر آتی ہے۔

معراج کے سفر سے دراصل یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ موجودہ خلائی پروازوں کی ترقی سے عالمِ لاہوت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ خود انسان اور اُس کا تمدن سخت خطرے میں ہے — انسان کی بڑی سی بڑی خلائی پرواز بھی ایک چھوٹے سے "ملکوتی تھپیڑ" یا "آسمانی مار" کی تاب نہیں لا سکتی۔ جیسا کہ اپالو ۱۳ کا عبرتناک انجام آج ہمارے سامنے آچکا ہے۔

ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔ کیا تم آسمان والے سے بے پروا ہو گئے ہو کہ وہ تم پر پتھر برسائے؟ تم عنقریب جان لوگے کہ میری تنبیہہ کیسی ہوتی ہے۔؟ (ملک : )

قرآنی بیان کے مطابق جنات و شیاطین جیسی قوی ہیکل اور سیلانی مخلوق بھی "سقف محفوظ" کو پار نہیں کر سکتی تو پھر انسان جیسی کمزور و ناتواں ہستی کیا پار کر سکتی ہے۔

انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب وحفظاً من کل شیطان مارد لا یسمّعون الی الملأ الاعلی ویقذفون من کل جانب۔ دحوراً ولھم عذاب واصب۔ الا من خطف الخطفة فاتبعه شھاب ثاقب : ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا ہے۔ اور (اس کو)

ہر سرکش شیطان محفوظ کر دیا ہے ۔ وہ جب کبھی "اوپری مجلس" کیطرف تاک جھانک کرتے ہیں۔ تو ان پر ہر طرف سے مار پڑتی ہے ۔ ان کے لئے دھتکار اور عذاب جاودانی ہے۔ ہاں جو (کوئی بات) اچک لیتا ہے تو پھر ایک دہکتا ہوا انگارا اُس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسًا شديدًا وشهبًا۔ وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الان يجد له شهابًا رصدًا : اور ہم نے آسمان کو چھوکر دیکھا تو اُس کو سخت چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔ ہم ( ملا اعلیٰ کی باتوں کو) سننے کے لئے وہاں پر جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ مگر اب جیسے ہی کوئی کان لگاتا ہے تو ایک انگارے کو اپنی تاک میں پاتا ہے (جن : ۸ - ۹)

یہ ہے معراج کی صحیح اہمیت اور "لنریه من ایٰتنا"۔ ( تاکہ ہم اُس کو اپنے نشانہائے قدرت دکھا دیں ) اور "ولقد رای من ایات ربه الکبریٰ"۔ (اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا ) کا ایک ایمان افروز نظارہ ۔ یعنی آقائے نامدار حضور پر نور صلعم کو آسمانوں کی مضبوطی اور ان کے استحکام کا نظارہ کرانے کی غرض بھی معراج کے اغراض و مقاصد میں شامل تھی۔ کیونکہ خدائے علیم وخبیر کو معلوم تھا کہ انسان بیسویں صدی میں چونکہ طبقاتِ سماوی میں داخل ہونے والا ہے۔ اس لئے انسانی فتوحات سے امت مسلمہ سراسیمہ اور بددل نہ ہو جائے۔ یہ ایک زندہ اور لازوال مذہب ہی کی خصوصیت ہے کہ اُس میں ہر قسم کے حالات اور واقعات سے نمٹنے کی صلاحیت موجود ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

(اقبالؒ)

**معراج اور خلائی پرواز** | قرآنی نقطۂ نظر سے انسان تدریجاً اور درجہ بدرجہ طبقاتِ سماوی میں داخل ہوسکتا ہے جس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ لترکبن طبقا عن طبق : تم یقیناً منزل بہ منزل چڑھتے چلے جاؤ گے ـــــ یہاں پر "لترکبن" کی دو قرائتیں ہیں ، ایک قرأت بار کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ یعنی "لَتَرْكَبُنَّ" اور دوسری فتحہ کے ساتھ لَتَرْکَبَنَّ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی صورت میں خطاب عام انسانوں سے ہے اور دوسری صورت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ انسان ایک حال سے دوسرے حال تک پہنچتا رہے گا۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد بچپن سے لیکر بڑھاپے تک پہنچنے کے مختلف مدارج مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک امیری و فقیری مراد ہے،

اور بعض کے نزدیک موت وحیات وغیرہ۔ اور دوسری صورت میں اس سے مراد معراج کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پڑھتے چلے جائیں گے۔ (ملخص از تفسیر کبیر اور تفسیر مظہری) اس آیت کریمہ میں دراصل ہر قسم کی فطری و تمدنی ترقیاں شامل ہوسکتی ہیں جن میں موجودہ خلائی پرواز بھی داخل ہے۔ بہرحال قرارت ثانی کے مطابق اس سے معراج مراد لینے کی صورت میں قرارت اوّل کی رُو سے خلائی پرواز مراد لینے کی کھلی ہوئی مناسبت موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے ذریعہ خلائی پروازوں کا افتتاح اب سے چودہ صدیوں قبل ہی فرما دیا تھا۔ مگر معراج اور موجودہ خلائی پروازوں میں حسب ذیل حیثیتوں سے فرق ہے:

۱۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ مبارک بطور معجزہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ مگر موجودہ انسان اس سفر کو فطری و تکوینی ضوابط کی پابندیوں کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

۲۔ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر بغیر کسی تعب و مشقت کے پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا مگر انسان کو اس راہ میں سخت محنت و مشقت اور جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ اپالو ۱۳ کی ناکامی اور اس کے عبرتناک حشر نے خلابازوں اور سائنسدانوں کی سِٹی گم کر دی تھی۔

۳۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ تک ساتوں آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کیا تھا۔ اسی طرح موجودہ انسان بھی درجہ بدرجہ طبقات سماوی میں داخل ہو رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمان پار کر گئے تھے مگر انسان صرف گنتی کے چند سیاروں تک ہی پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی راہ میں "سقف محفوظ" (ملاحظہ ہو سورۂ انبیاء آیت ۳۲) ایک سدِ سکندری کی طرح حائل ہے۔ جس کو وہ پار کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔ پھر اس راہ میں بیشمار کہکشاں (GALAXIES) کو عبور کر کے "سقف محفوظ" تک پہنچنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ ایک کہکشاں سے دوسری تک لاکھوں "نوری سال" کا فاصلہ ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان اتنی مدت تک مسلسل سفر نہیں کر سکتا۔ اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کے لئے ملاحظہ ہو میری کتاب "چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں" جو فرقانیہ اکیڈمی چک باناور، بنگلور نارتھ، کی جانب سے شائع ہو چکی ہے۔